تصوّف کی روح

خانقاہِ محمودیہ ڈابھیل میں کی گئی ایک اہم تقریر

حضرت مولانا محمّد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یوکے

at-tazkiyah

تفصیلات

کتاب کا نام	:	تصوّف کی روح
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	ربیع الاوّل ۱۴۳۹ھ - نومبر ۲۰۱۷ء
مقامِ وعظ	:	خانقاہِ محمودیہ، ڈابھیل
تاریخِ اشاعت	:	ذوالحجّہ ۱۴۳۹ھ - مطابق اگست ۲۰۱۸ء
ناشر	:	دارالتزکیہ، لیسٹر، یوکے
ای میل	:	publications@at-tazkiyah.com
ویب سائٹ	:	www.at-tazkiyah.com

ملنے کا پتہ

Islāmic Da'wah Academy,
120 Melbourne Road, Leicester
LE2 0DS. UK.
t: +44 (0)116 2625440
e: info@idauk.org

فہرست

تقریظ: حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم ۵
تصوّف کی روح ۷
زندگی کا مقصد: حصولِ رضاءِ الٰہی ۷
رضاءِ الٰہی کے لئے اتّباعِ شریعت ضروری ہے ۸
خانقاہوں میں تکمیل ہوتی ہے ۹
اہلِ خانقاہ اور اہلِ تبلیغ کے لئے بھی علماء کی مجالس ضروری ہیں ۱۰
یہاں لینے کے لئے آیا جاتا ہے ۱۱
حضرت مفتی احمد صاحب دامت برکاتہم کی شفقتیں ۱۱
ان کو دیکھنے سے اللہ یاد آجاتے ہیں ۱۲
ہر خلیفہ شیخ نہیں ہوتا ۱۳
تصوّف ظاہر و باطن کو سنوارنے کا نام ہے ۱۴
تزکیہ کے تین حصّے ۱۴
کرنے کے دو کام: کثرتِ ذکر اور صحبتِ اہل اللہ ۱۵
کثرتِ ذکر سے دوامِ ذکر نصیب ہوتا ہے ۱۶
سالک کے لئے اپنے شیخ کی صحبت سب سے زیادہ مفید ہے ۱۷
توحیدِ مطلب ۱۸
شیخ کے پاس اپنے آپ کو مٹا کر جانا چاہئے ۱۸
مٹا دیجئے، مٹا دیجئے، یہاں مٹنے کو آیا ہوں ۱۹
مرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب واقعہ ۲۰
حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دلچسپ واقعہ ۲۱

میرے محبوب حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ملفوظ ۲۲
عمل کی نیت سے مواعظ سنو ۲۲
خوب محنت کرو ۲۳
خانقاہ میں آنے کے آداب ۲۴
مرید میں شانِ صدّیقی ہو ۲۵
بچنے کے دو کام: گناہ اور لایعنی ۲۵
مؤمن گناہ کی آلودگیوں سے دور رہتا ہے ۲۶
توبہ کا عجیب اثر ۲۶
لایعنی سے بچنا بھی بہت ضروری ہے ۲۷
حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خضر علیہ السلام کا عجیب واقعہ ۲۸
لایعنی بھی حجاب ہے ۲۸
خلوت کے باوجود جلوت ۲۹
یکسوئی کی اہمیت اور مولانا صادق الیقین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ۳۰
روحانی ترقّی کے لئے ذہنی یکسوئی ضروری ہے ۳۱
خلاصہ ۳۲
آخری درخواست ۳۳
ماٰخذ ومراجع ۳۵

تقریظ

حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، گجرات، انڈیا

خلیفہ فقیہ الاُمّت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

برطانیہ کے صحیح الفکر، بااثر علماء میں حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب زید مجدہم بھی ہیں جو دین کے مختلف شعبوں میں سرگرمِ عمل ہیں، موصوف کو اِس دور کے نوجوانوں کی اصلاح و تربیت کا خاص ملکہ حاصل ہے۔ اس وقت ان کا ایک اہم بیان **''تصوّف کی روح''** پیشِ نظر ہے جو سالکین کے لئے بڑا دل چسپ و دل پذیر ہے، جس میں موصوف نے اصلاح وتربیت کے مختلف گُر، حضراتِ اکابر کے واقعات اور دل موہ لینے والے ملفوظات کی روشنی میں پیش کر کے تصوّف کی حقیقت واشگاف کی ہے، بیان کی سطر سطر سے موصوف کی فنائیت، اکابر سے وابستگی اور ان کے طریقۂ کار پر وارفتگی مترشح ہوتی ہے۔ خود احقر اس بیان میں موجود تھا، ذاتی طور پر بیان کی اہمیت وافادیت کو محسوس کیا، دل ہی دل میں کہہ رہا تھا: ''خدا کرے زورِ بیاں اور زیادہ''۔

تصوّف وسلوک دراصل رسمی پیری مریدی کا نام نہیں، بلکہ کسی کامل شیخ کی خدمت میں رہ کر اخلاقِ باطنہ کو سنوارنے اور اپنے آپ کو مٹا کر تربیت لینے کا نام ہے، ایک سالک کو اپنے سفرِ طریق میں کن کن امور کی ضرورت درپیش ہے؟ موصوف نے ان کو مثالوں اور واقعات

کی روشنی میں سمجھایا ہے، یوں کہنا چاہئے کہ یہ بیان تصوّف وسلوک کا نچوڑ ہے جو ایک تجربہ کار شیخ وقلبِ ''سلیم'' کی پکار ہے۔

''تصوّف کی روح'' کی خوبی یہ ہے کہ جگہ جگہ موزوں اشعار پیش کر کے قارئین کی روح کو پھڑکایا گیا ہے، ان اشعار نے ''سونے پر سہاگہ'' کا کام کیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ: واقعتاً یہ بیان اکابر کے پُراسرار واقعات اور قیمتی ملفوظات سے پُر ہے، اس طرح یہ بیان تصوّف وسلوک کی روح پر ایک جامع بیان ہے جس میں فنِ تصوّف کی حقیقت اور اس کا خلاصہ آگیا ہے، اس میں جا بہ جا موصوف کی زبانی حکمت ومعرفت کے وہ جواہر پارے ملتے ہیں جو ایک شیخِ کامل اور عارف باللہ کے عمر بھر کے تجربات کا نچوڑ ولبِّ لباب ہیں، اور جن سے ایمان کو تقویت، عقل وبصیرت کو جلا، روح کو بالیدگی اور علم ومعرفت کا نور نصیب ہوتا ہے۔ بیان سادہ وعام فہم زبان میں ہے؛ لیکن دل چسپ اس قدر ہے کہ ایک مرتبہ شروع کرنے کے بعد کسی صاحبِ ذوق اور طالبِ صادق کے لیے اسے چھوڑنا مشکل ہے۔ احقر تمام اہلِ علم سے عموماً اور سالکین سے خصوصاً بہ نظرِ غائر اس رسالے کے مطالعہ کی سفارش کرتا ہے۔

دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد سلیم صاحب زید مجدہم کے سایۂ عاطفت کو دیر تا دیر بہ عافیت باقی رکھے، اور اس طرح کے مفید وکار آمد بیانات بار بار ان کی زبانِ ترجمان سے صادر ہوتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے تمام بیانات اور دینی ملی سرگرمیوں کو بے حد شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

املاہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

١٩ شوال ١٤٣٩ھ، ٣ جولائی ٢٠١٨ء

تصوّف کی روح

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ:

زندگی کا مقصد: حصولِ رضاءِ الٰہی

اللہ تعالیٰ شانُہٗ نے مجھے اور آپ کو پیدا فرما کر ایک مقصد کے لئے دنیا میں بھیجا، اور وہ مقصد اس کی رضا کا حصول ہے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریّا صاحب نوّر اللہ مرقدہ کا ایک ملفوظ ہے، حضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ نہ تبلیغ مقصود ہے، نہ مدرسہ، نہ خانقاہ۔ آگے حضرت فرماتے ہیں کہ کوئی مفتی مجھ پر فتویٰ نہ لگائے، میں تو یہ کہتا ہوں کہ نہ نماز مقصود، نہ زکوٰۃ، نہ روزہ، نہ حج، مقصود تو صرف ایک ہی ہے کہ بندہ اللہ سے لپٹ جاوے، بندہ اللہ کو اپنا بنالے اور خود اللہ کا ہو جاوے۔[1]

کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ مانگتا ہے
الٰہی میں تجھ سے طلب گار تیرا

تیرا ہو جاؤں اتنی آرزو ہے
بس اتنی ہے تمنّا دل بدل دے

میرے بھائیو! مقصود یہی ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جائے، نماز بھی ہے، زکوٰۃ بھی ہے، روزہ بھی ہے، حج بھی ہے، تعلیم و تدریس بھی ہے، خدمتِ دین بھی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں تو کچھ نہیں، اور تعلیم و تدریس، تصنیف و تالیف، دعوت و تبلیغ وغیرہ

[1] حضرت شیخ کے حیرت انگیز واقعات، ص:۱۸

کچھ نہیں ہے، مگر اللہ تعالیٰ کو ہماری کوئی ٹوٹی پھوٹی معمولی نیکی پسند آگئی اور وہ راضی ہو گئے تو سب کچھ ہے، زندگی کا مقصود یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے، بندہ اپنی زندگی اس طرح گزارے کہ

تیری جدا پسند، میری جدا پسند
تجھے خودی پسند، مجھے خدا پسند

رضاءِ الٰہی کے لئے اتّباعِ شریعت ضروری ہے

تو مقصود رضاءِ الٰہی ہے اور اس کے لئے وسیلہ اتّباعِ شریعت اور دوامِ طاعت ہے، اور اتّباعِ شریعت اور دوامِ طاعت کے لئے علمِ صحیح ضروری ہے، علمِ صحیح حاصل ہو جائے اور اس کے مطابق زندگی گزرے تو رضاءِ الٰہی حاصل ہوگی، اور رضاءِ الٰہی حاصل ہوگی تو سب کچھ حاصل ہو جائے گا۔

تم نہیں حاصل تو کچھ حاصل نہیں
تم ہوئے حاصل تو سب حاصل ہوئے

سب کچھ ہے مگر اللہ تعالیٰ حاصل نہیں تو کچھ حاصل نہیں، اور کچھ نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ حاصل ہیں تو سب کچھ حاصل ہے، اور اللہ تعالیٰ حاصل ہوتے ہیں اتّباعِ شریعت سے اور اتّباعِ شریعت کے لئے علمِ صحیح ضروری ہے، تصوّف بھی بغیر علم کے معتبر نہیں، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ، وَمَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ، وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ[1]

---

[1] شرح عين العلم وزين الحلم: ۱/۳۳

جو شخص علم حاصل کرے گا مگر تصوّف سے کورا رہے گا تو فسق و فجور میں مبتلا ہوگا،
اور جو تصوّف کو اپنائے گا لیکن علم کو نظر انداز کرے گا وہ زندیق ہوگا، اور جو ان
دونوں کو جمع کرے گا وہ حق کو پالے گا۔

خانقاہوں میں تکمیل ہوتی ہے

تو میرے بھائیو! علمِ صحیح بہت ضروری ہے، آج کل الحمدللہ، خانقاہوں میں آنے جانے والوں کی تعداد بہت بڑھ رہی ہے اور دعوت وتبلیغ میں بھی بہت لوگ وقت لگاتے ہیں، یہ دو جگہیں ایسی ہیں جہاں دین کی فکر پیدا ہوتی ہے اور دین پر چلنے کا شوق پیدا ہوتا ہے، دعوت وتبلیغ کے جتنے طریقے ہیں؛ علماءِ کرام کا وعظ ونصیحت کرنا، جمعہ سے پہلے ائمّہ کے بیانات، مشائخ کی وعظ ونصیحت کی مجالس، مروّجہ دعوت وتبلیغ وغیرہ، ان سے دین پر چلنے کا شوق اور اللہ تعالیٰ کے قرب کو پانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اب جب شوق پیدا ہوگا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کو پانا ہے تو دوسرا مرحلہ اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والے راستے کو ڈھونڈھنا ہے، اس کے لئے علماء کے پاس جانا پڑے گا، اب شوق بھی پیدا ہوگیا اور علم کی برکت سے راستہ بھی معلوم ہوگیا، لیکن ایک اور مسئلہ ہے،

جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد
پر طبیعت اُدھر نہیں آتی

جانتا سب ہوں، جانتا ہوں کہ بدنگاہی جائز نہیں ہے اور میرے دل کی بھی چاہت ہے کہ بدنگاہی نہ ہو، لیکن نہیں بچ پاتا، اسی طرح جانتا ہوں کہ نماز فرض ہے اور چاہتا بھی ہوں کہ نماز پڑھوں، مگر نہیں پڑھ پاتا، شوق بھی پیدا ہوگیا ہے، راستہ بھی معلوم ہے، لیکن چل نہیں پاتا، تو اب کیا کیا جائے؟ اب خانقاہوں کا رُخ کرے اس لئے کہ خانقاہوں میں تکمیل ہوتی

ہے، علماء کے پاس بیٹھنے سے راستہ معلوم ہوتا ہے اور مشائخ کے پاس جانے سے اس راستے پر چلنے کا سلیقہ آتا ہے، حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دعوت وتبلیغ میں تشویق ہے، مدارس میں تعلیم ہے اور خانقاہوں میں تکمیل ہے۔[1]

اہلِ خانقاہ اور اہلِ تبلیغ کے لئے بھی علماء کی مجالس ضروری ہیں

جو لوگ خانقاہوں میں آتے جاتے ہیں، اور اسی طرح جو دعوت وتبلیغ میں وقت لگاتے ہیں، ان کے لئے بھی بہت ضروری ہے کہ علماء کے پاس بیٹھا کریں تا کہ علم میں اضافہ ہو، علم میں اضافہ ہوگا تو دین کے بارے میں غلط فہمی سے حفاظت ہوگی، مشائخ میں بھی بعض وہ ہوتے ہیں جو تصوّف کے فن میں تو مہارت رکھتے ہیں، لیکن علم میں اتنا اونچا درجہ نہیں رکھتے، ایسے مشائخ بھی گزرے ہیں جو فنِّ تصوّف میں بہت مہارت رکھتے تھے لیکن علماء نہیں تھے، اور ایسے علماء بھی ہیں کہ علم میں بہت اونچے، مگر فنِّ تصوّف سے اتنا تعلق نہیں، اور کچھ حضرات وہ ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ شانُہٗ نے علمی مقام بھی بہت اونچا عطا فرمایا ہوتا ہے اور سلوک میں بھی وہ بہت اونچے ہوتے ہیں، ایسے حضرات کے پاس جانے سے دونوں ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔

اگر ہمارا تعلق ایسی خانقاہ سے ہے جہاں شیخ فنِّ تصوّف میں بھی اونچا مقام رکھتا ہے اور علم میں بھی اونچا مقام رکھتا ہے تو ہماری دونوں ضرورتیں خانقاہ ہی میں پوری ہوجائیں گی، لیکن اگر کسی کا تعلق ایسے شیخ سے ہے جو فنِّ تصوّف میں تو ماہر ہے، لیکن علم میں اونچا درجہ نہیں رکھتا، تو اسے پھر توحیدِ مطلب کی وجہ سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ مجھے کسی عالم کے پاس بیٹھنے کی

---

[1] ملفوظاتِ مسیح الاُمّت، ص: ۲۹

ضرورت نہیں ہے، نہیں، سالک کو توحیدِ مطلب کے ساتھ اپنے شیخ سے اصلاح کراتے ہوئے اور داعی کو استخلاص کے ساتھ دعوت کا کام کرتے ہوئے علماء کی مجلسوں سے استفادہ کر کے علم بھی حاصل کرنا چاہیئے۔

یہاں لینے کے لئے آیا جاتا ہے

حضرت میرے لئے بمنزلۂ شیخ کے ہیں، طبیعت میری مجوب ہو رہی ہے، جہاں میں اِس وقت ہوں وہاں میرے جیسے شخص کو کچھ دینے کی نیت سے حاضر نہیں ہونا چاہیئے، اگر میرے جیسا شخص یہاں کچھ دینے کی نیت سے آئے تو وہ محروم القسمت ہو کر جائے گا، اللہ گواہ ہے اور میرے دل کی حالت پر مطّلع ہے، میں یہاں کچھ عرض کرنے کی کسی قسم کی اہلیت نہیں پاتا، بات یہ ہے کہ مجھے ہمّت نہیں ہوئی کہ میں حضرت سے معذرت کروں، اس لئے کہ میرے دل میں حضرت کی بہت قدر ہے، میری حیثیت حضرت کے سامنے ایک طالبِ علم سے بھی کمتر ہے، اور میں مسجد میں بیٹھا ہوا ہوں، میں یہ باتیں حضرت کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے نہیں عرض کر رہا ہوں، میرے اوپر حضرت کی شفقتیں میرے استحقاق سے بہت زیادہ رہی ہیں، حقیقت یہی ہے کہ یہاں لینے کے لئے آیا جاتا ہے، دینے کے لئے نہیں، یہاں وعظ و نصیحت سننے کے لئے آیا جاتا ہے، وعظ و نصیحت کرنے کے لئے نہیں۔

حضرت مفتی احمد صاحب دامت برکاتہم کی شفقتیں

میرا حضرت سے تعلق تقریباً پچیس سال پر محیط ہے، پہلی ملاقات پچیس سال پہلے ہوئی جب میرا پہلی مرتبہ ہندوستان آنا ہوا تھا، اس وقت مجھے کوئی نہیں جانتا تھا، اور مجھے ابھی تک وہ وقت بھی یاد ہے جب حضرت ہماری اسلامک دعوہ اکیڈمی میں حضرت قاری صدیق صاحب

باندوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تشریف لائے تھے، حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی صاحب دامت برکاتہم بھی ساتھ تھے، شاید یہ بات حضرت کو یاد نہیں رہی ہوگی کہ جب حضرت قاری صدیق صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سے فرمایا کہ تم کچھ کہو۔ علماء کا مجمع تھا، علّامہ خالد محمود صاحب مدّظلّہم جیسے برطانیہ کے بڑے علماء اس مجمع میں بیٹھے ہوئے تھے، ہمارا کام بالکل ابتدائی مراحل میں تھا، اس وقت کچھ بھی نہیں تھا، میری کشتی کس مپرسی کے عالم میں ڈاواں ڈول ہورہی تھی، اس وقت حضرت نے علماء کو یہ کہا تھا کہ اس نے اچھا کام شروع کیا ہے، اس کے پاس آؤ، سر جوڑ کر بیٹھو اور اس سے کام کا طریقہ سیکھو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اسے ادراک نصیب کیا ہے کہ اس وقت کے حالات میں کام کیسے کیا جائے۔ کام ابھی چلا نہیں تھا، شروع ہی ہوا تھا، اور مجھے یاد ہے کہ حضرت نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں یہ اس لئے نہیں کہہ رہا ہوں کہ میں نے اس کے یہاں روٹی کھائی ہے، میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اُمّت کا اس میں فائدہ ہے۔ اُس زمانے سے حضرت کی شفقتیں رہی ہیں، شفقتوں میں برابر اضافہ ہوتا رہا، مجھے بھی حضرت سے قلبی عقیدت ومحبّت پہلے سے ہے، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جب جب بھی میری حضرت سے ملاقات ہوئی، میں ہمیشہ فائدہ لے کر اُٹھا، مجھے ہمیشہ فائدہ محسوس ہوا۔

ان کو دیکھنے سے اللہ یاد آجاتے ہیں

موسیٰ بن ابی عائشہ رحمۃ اللہ علیہ جو بخاری شریف کی سند میں آتے ہیں، ان کے بارے میں ان کے ایک شاگرد جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كُنْتُ إِذَا رَأَيْتُ مُوْسٰى ذَكَرْتُ اللّٰهَ تَعَالٰى لِرُؤْيَتِهٖ[1]

---

[1] تهذيب التهذيب: ۱۷۹/۴

جب جب بھی موسیٰ بن ابی عائشہ پر میری نظر پڑتی تھی تو نظر پڑتے ہی مجھے اللہ تعالیٰ یاد آجاتے تھے۔

میری بھی یہی کیفیت ہے کہ جب میری نظر حضرت پر پڑتی ہے تو مجھے اللہ تعالیٰ یاد آجاتے ہیں، اگر میرے مشاغل اجازت دیتے تو میں حضرت کے پاس آکر پڑ جاتا، حضرت کی صحبت میں رہتا اس لئے کہ مجھے نفع محسوس ہوتا ہے، طبیعت مجوب ہو رہی ہے، حضرت کے حکم کی وجہ سے یہ کچھ باتیں عرض کر رہا ہوں، یہ حضرت ہی کا فیض ہے۔

انہی کی مطلب کی کہہ رہا ہوں
زبان میری ہے بات ان کی
انہی کی محفل سجا رہا ہوں
چراغ میرا ہے رات ان کی

میرے بھائیو! دنیا اس قسم کے لوگوں سے قائم ہے، اللہ تعالیٰ شانہٗ حضرت کے سایے کو اُمّت پر مدّتِ مدید تک دراز فرمائیں، اللہ تعالیٰ شانہٗ نے حضرت کو جن روحانی، علمی اور باطنی دولتوں سے نوازا ہے اس میں روز بروز اضافہ فرمائیں، حضرت کے فیض کو چار دانگِ عالم میں عام اور تام فرمائیں اور ہم نا قدروں کو حضرت کی قدردانی کی توفیق نصیب فرمائیں۔ (آمین)

ہر خلیفہ شیخ نہیں ہوتا

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے حضرت پر فضل فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کی حضرت پر عنایات ہیں، حضرت دونوں کے جامع ہیں، علم وتفقّہ کے بھی اور تصّوف کے بھی، آپ شیخِ محقّق ہیں، میں نے حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ اپنے شیخ حضرت حاجی محمد فاروق

صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ ہر خلیفہ شیخ نہیں ہوتا۔ میں کہا کرتا ہوں کہ جس طرح ہر ڈاکٹر (doctor) سرجن (surgeon) نہیں ہوتا، بس اسی طرح ہر خلیفہ شیخ نہیں ہوتا، مگر حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم صرف شیخ نہیں، بلکہ شیخِ کامل ہیں۔

تصوّف ظاہر و باطن کو سنوارنے کا نام ہے

عرض یہ کر رہا ہوں کہ ہمیں علم بھی حاصل کرنا ہے تاکہ شیخ کی صحبت کی برکت سے شریعتِ مطہّرہ پر عمل کرنے کا جو جذبہ پیدا ہو، ہم اس کو علمِ صحیح کی روشنی میں انجام دے سکیں، اسی طرح اگر علم ہوگا تو اپنی کمی نظر آئے گی، علم نہیں ہوگا تو معلوم نہیں ہوگا کہ کیا غلط ہے اور کیا صحیح ہے؟ اور جب معلوم نہیں ہوگا کہ کیا غلط ہے کیا صحیح ہے تو شیخ کی خدمت میں اپنے حالات کیسے پیش کر سکیں گے؟ اس لئے علمِ صحیح بہت ضروری ہے، اور علمِ صحیح کی روشنی میں پھر اتبّاع شریعت ہو؛ مامورات کا اہتمام ہو اور منہیات سے اجتناب اور اپنے نفوس کو رذائل سے پاک کر کے فضائل سے آراستہ کرنا ہو، اور یہی تزکیہ ہے، تعمیر الظاہر والباطن، (ظاہر اور باطن کی تعمیر)، ظاہر اور باطن دونوں کو سنوارنا، یہ ہے تزکیہ اور اسی کا نام تصوّف ہے۔

تزکیہ کے تین حصّے

اور اس کے کل تین حصّے ہیں، پہلا حصّہ ہے:

طَهَارَةُ الْقُلُوْبِ عَنِ الْعَقَائِدِ الْبَاطِلَةِ

دل کا عقائدِ باطلہ اور نظریّاتِ فاسدہ سے پاک وصاف ہوجانا اور مرتے دم تک پاک وصاف رہنا۔

دوسرا حصّہ ہے:

طَهَارَةُ النُّفُوْسِ عَنِ الْأَخْلَاقِ الرَّذِيْلَةِ

نفوس کا اخلاقِ رذیلہ سے پاک و صاف ہوجانا اور مرتے دم تک پاک و صاف رہنا۔

اور تیسرا حصّہ ہے:

طَهَارَةُ الْأَبْدَانِ عَنِ الْأَنْجَاسِ وَالْأَعْمَالِ الْقَبِيْحَةِ[1]

بدن کا نجاستِ حکمیہ، نجاستِ حقیقیہ اور بُرے افعال سے پاک ہوجانا اور مرتے دم تک پاک رہنا۔

تو دل، نفس اور بدن کا پاک ہوجانا اور پاک رہنا، یہ ہے تزکیہ، یہ ہے اتّباعِ شریعت اور یہ ہے دوامِ طاعت، اور اسی کے نتیجے میں ہمیں رضاءِ الٰہی نصیب ہوگی، اب منزل بھی معلوم ہوگئی اور راستہ بھی معلوم ہوگیا۔

کرنے کے دوکام: کثرتِ ذکراور صحبتِ اہل اللہ

اب آگے بڑھنے کے لئے دو چیزوں کو اختیار کرنا اور دو چیزوں سے بچنا بہت ضروری ہے، جن دو چیزوں کو اختیار کرنا بہت ضروری ہے ان میں سے ایک ہے کثرتِ ذکر اور دوسری ہے صحبتِ اہل اللہ، ذکر کے بارے میں اللہ تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا﴾ (الْأَحْزَاب:۴۱)

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرو۔

اللہ تعالیٰ کو خوب یاد کرنا ہے، اس حد تک کہ دوامِ ذکر نصیب ہوجائے، لیکن شیخ کی

---

[1] تفسير المظهري: ۱۶۷/۲

رہنمائی اور سر پرستی میں، اس لئے کہ یہ ایسا میدان ہے جس سے ہم لوگ ناواقف ہیں۔

کثرتِ ذکر سے دوامِ ذکر نصیب ہوتا ہے

شیخ کی سر پرستی میں کثرتِ ذکر سے دوامِ ذکر نصیب ہوگا، ہر وقت دل و دماغ میں اللہ رہے گا۔

وَاللّٰهِ مَا طَلَعَتْ شَمْسٌ وَلَا غَرَبَتْ
إِلَّا وَأَنْتَ فِيْ قَلْبِيْ وَوَسْوَاسِيْ

اللہ کی قسم! سورج طلوع اور غروب نہیں ہوتا مگر اس حال میں کہ 'تو'
(اے میرے اللہ) میرے دل و دماغ میں ہوتا ہے۔

وَلَا جَلَسْتُ إِلٰى قَوْمٍ أُحَدِّثُهُمْ
إِلَّا وَأَنْتَ حَدِيْثِيْ بَيْنَ جُلَّاسِيْ

اور جب جب بھی میں بات چیت کرنے کے لئے لوگوں کے ساتھ بیٹھا
تو ہم جلیسوں کے ساتھ میری گفتگو کا عنوان 'تو' ہی تھا۔

وَلَا هَمَمْتُ بِشُرْبِ الْمَاءِ مِنْ ظَمَأٍ
إِلَّا رَأَيْتُ خِيَالًا مِنْكَ فِيْ الْكَأْسِ

اور جب بھی پیاس کی وجہ سے میں نے پانی پینے کا ارادہ کیا تو مجھے گلاس
میں تیرا ہی عکس نظر آیا۔

تیرا آئینہ عالمِ رنگ و بو ہے
جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

اس کیفیت کے حصول کے لئے شیخ کا وسیلہ ضروری ہے، اللہ تعالیٰ شانُہٗ قادرِ مطلق ہیں، بغیر شیخ کے بھی یہ کیفیت نصیب کر سکتے ہیں، لیکن دنیا دارالاسباب ہے، اللہ تعالیٰ علم بھی استاذ کے وسیلے سے عطا کرتے ہیں، بچّہ بغیر ماں باپ کے دنیا میں نہیں آتا، اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے، لیکن ایسا کرتے نہیں، ٹھیک اسی طرح دوامِ ذکر کے لئے شیخ وسیلہ ہوتا ہے، شیخ کی سرپرستی میں کثرتِ ذکر دوامِ ذکر تک پہنچاتا ہے۔

سالک کے لئے اپنے شیخ کی صحبت سب سے زیادہ مفید ہے

تو پہلی چیز ہے کثرتِ ذکر، اور دوسری چیز جسے اختیار کرنا ضروری ہے وہ ہے بُری صحبت سے بچنا اور اچھی صحبت کو اختیار کرنا، اور اچھی صحبت میں بھی اربابِ نسبت کی صحبت کو اختیار کرنا، اور اربابِ نسبت میں بھی بطورِ خاص اپنے شیخ کی صحبت کو اختیار کرنا، ایک سالک کے لئے اپنے شیخ کی صحبت جتنی مفید ہوتی ہے اتنی کسی کی نہیں، اور اگر شیخ کے ساتھ سچی عقیدت ہوگی تو بہت فیض ملے گا، حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب بیعت ہونے کا ارادہ کریں تو ایسے شخص سے ہوں جس کے بارے میں یہ خیال ہو کہ یہ میرے لئے سب سے زیادہ انفع ہے۔[۱] یہ مت دیکھو کہ افضل کون ہے، یہ دیکھو کہ مجھے سب سے زیادہ نفع کس سے ہوگا۔

ہمارے اکابر میں مقصدیت تھی، اسی لئے جب کوئی شخص طالب بن کر آتا تھا اور وہ محسوس کرتے تھے کہ اسے زیادہ نفع فلاں سے ہوگا، مزاج و مذاق پہچان کر سمجھ جاتے تھے کہ اس کو زیادہ مناسبت فلاں سے ہے، تو وہ ان کے پاس بھیج دیتے تھے، وہ اپنے حلقے کو بڑھانے کی فکر میں نہیں رہتے تھے، ان کی فکر صرف یہ ہوتی تھی کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی محبت کو پالیں۔

---

[۱] ملفوظاتِ حکیم الاُمّت: ۲۶/ ۳۰۱

توحیدِ مطلب

اب ظاہر ہے کہ جب ہم بیعت ہو چکے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ میرے شیخ میرے لئے انفع ہیں، جب شیخ انفع ہیں تو پھر زیادہ سے زیادہ ان کی صحبت اختیار کرنی چاہئے، توحیدِ مطلب کے معنی یہی ہیں کہ اللہ جلّ جلالہ وعمّ نوالہ تک پہنچنے کے لئے میرے لئے ایک ہی واسطہ ہے اور وہ ہے میرے شیخ، اور اگر شیخ کی اجازت سے یا شیخ کی منشا معلوم کر کے کسی بزرگ کی صحبت میں بیٹھے یا ان کے بیان کو سنے تو ایسی صورت میں بھی اعتقاد یہ ہونا چاہئے کہ ان بزرگ سے مجھے جو فیضان مل رہا ہے وہ میرے ہی شیخ کا فیض ہے، مثلاً یہاں ڈابھیل کی خانقاہ میں جنوری (January) میں آئے، فروری (February) میں بھی آئے، مارچ (March) میں بھی آئے، اور ایک مسئلہ تھا جو حضرت کی مجلس اور صحبت سے حل نہیں ہوسکا، اور اچانک کسی دوسرے شہر میں یا کسی دوسرے ملک میں کسی بزرگ کی مجلس نصیب ہوئی ، اور حضرت کی منشا بھی معلوم تھی کہ حضرت کو کوئی اشکال نہیں ہوگا، توحیدِ مطلب میں بھی کوئی خلل واقع نہیں ہوگا، اب ان بزرگ کی مجلس میں بیٹھ گئے، اور وہ مسئلہ جو ایک مدّت سے ستا رہا تھا حل ہوگیا، اب اس موقع پر دل میں یہ خیال آنا چاہئے کہ میرے حضرت کی توجّہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان بزرگ کی مجلس کو سبب بنایا اور میری اصلاح ہوگئی، توحیدِ مطلب اتنا راسخ ہونا چاہئے۔

شیخ کے پاس اپنے آپ کو مٹا کر جانا چاہئے

میں کہا کرتا ہوں کہ آج کل ہم روحانیت کی بھی شاپنگ (shopping) کرتے ہیں، ایک جگہ پر بیعت ہیں، لیکن یہاں بھی جاؤ، وہاں بھی جاؤ، ہر جگہ جاؤ، جہاں اچھا لگے، جہاں

آؤ بھگت ہو، جہاں ہماری عزّت ہو، جہاں ہمارا اکرام ہوتا ہے وہاں رغبت زیادہ ہوتی ہے، خیال آتا ہے کہ ہمارے شیخ کے یہاں تو کوئی پوچھتا تک نہیں، کیوں پوچھیں گے بھائی؟ وہاں تو ہم اپنے آپ کو مٹانے کے لئے جاتے ہیں۔

میرے بھائیو! اپنی رائے کو فنا کر کے آؤ، بہت سے علماء خانقاہوں میں آتے ہیں اور شیخ کی مجلس میں علمی نکات تلاش کرتے ہیں، اب علمی نکات تو درس وتدریس کی مسند پر سننے کو ملتے ہیں، یہاں تو ہم اصلاح کے لئے آئے ہیں، ہماری طلب سچی ہوگی تو اللہ جلّ جلالہ وعمّ نوالہ شیخ سے وہی بات کہلوائیں گے جو ہماری ضرورت ہوگی، بس ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم دل کے کانوں سے سنیں، توجہ سے سنیں، شیخ کی خانقاہ میں محتاج بن کر، طالب بن کر، عجز و انکساری کے ساتھ، اپنے آپ کو مٹا کر آئیں۔

مٹا دیجئے، مٹا دیجئے، یہاں مٹنے کو آیا ہوں

ایک بار خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ چھٹی لے کر حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بغرضِ اصلاح پہنچے اور آتے ہی ایک پرچے پر اپنا ایک شعر پیش کیا:

نہیں کچھ اور خواہش آپ کے در پر میں لایا ہوں
مٹا دیجئے، مٹا دیجئے، یہاں مٹنے کو آیا ہوں[۱]

شیخ کے پاس مٹنے کے لئے آنا چاہئے، شیخ ہمارے معالج ہیں، بلکہ مشفق معالج، جیسے آپریشن (operation) کرنے والا سرجن، وہ مریض کے جسم کو کاٹتا ہے اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ کاٹے بغیر مریض شفایاب نہیں ہوگا، اسی طرح شیخ بھی ہمارے مرض کے مطابق

[۱] اشرف السوانح: ۹۸/۲

ہمارے ساتھ معاملہ کرتا ہے،ضرورت پڑتی ہے تو وہ اعراض بھی کرتا ہے، بلکہ سختی سے بھی کام لیتا ہے۔

مرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب واقعہ

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خدمت کیا کرتے تھے، مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ نازک مزاج تھے اس لئے چھوٹی چھوٹی باتوں پر پکڑ کیا کرتے تھے، اور یہ پکڑ برمحل ہوا کرتی تھی، ایسا نہیں تھا کہ جب جی میں آیا بلا وجہ ڈانٹ دیا، ایک مرتبہ شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پنکھا کر رہے تھے، مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے ناراض ہوکر فرمایا کہ کیا ہاتھ میں طاقت ہے یا نہیں؟ شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تنبیہ کی طرف توجّہ کی اور پنکھا زور سے کرنے لگے، حضرت فرمانے لگے کہ کیا اُڑانے کا ارادہ ہے؟ شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے نکل گیا کہ حضرت، نہ ایسے بنے، نہ ویسے بنے۔ بس صرف اتنا ہوا، حضرت ناراض ہو گئے اور نکال دیا، اس لئے کہ اصلاح کے لئے اس کی ضرورت تھی، ان کا کوئی مرض شیخ کے سامنے ہوگا۔

شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی سچے طالب تھے، وہ برابر مناتے رہے، اگر ہمارے شیخ ہمارے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے تو شاید ہم خانقاہ ہی چھوڑ دیتے، وہ سچے مرید تھے، ان کو یہ احساس تھا کہ اصلاح کے بغیر آخرت میں کامیابی نہیں ہوگی اور بغیر شیخ کی توجّہ کے میری اصلاح ممکن نہیں ہے، اس لئے خانقاہ میں پڑے رہے اور مناتے رہے، کئی دن کے بعد شیخ راضی ہوئے، واپس خدمت میں لگ گئے اور اللہ تعالیٰ نے سلوک طے کرا دیا، جس دن حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت دی تو فرمایا کہ غلام علی! جو سختی میں نے

تمہارے ساتھ کی وہ تمہارے فائدے کے لئے کی، جس مقصد کے لئے آپ آئے تھے اس کا یہی تقاضا تھا، آپ اصلاح کے لئے آئے تھے، تزکیہ کے لئے آئے تھے، اس لئے ایسا کرنا پڑا، اب جاؤ، کوئی اللہ کا بندہ اللہ کا نام پوچھے تو بتا دینا۔[۱]

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دلچسپ واقعہ

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی حضرت حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ ناراض ہوگئے اور انہیں مجلس میں شرکت سے روک دیا، شیخ کا حکم تھا، کیا کر سکتے تھے؟ مگر بڑے عاشقِ زار تھے، ایک شعر لکھ کر بھیجا:

اُدھر وہ در نہ کھولیں گے اِدھر میں در نہ چھوڑوں گا
حکومت اپنی اپنی ہے، کہیں اُن کی کہیں میری[۲]

میرے بھائیو! جب ایسا جذبہ ہو اور ایسی محبت ہو تب کام بنتا ہے، آج ہم اس مبارک محفل میں حضرت کی اس خانقاہ میں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جو مولانا بھی نہیں تھے، مفتی بھی نہیں تھے، قاری بھی نہیں تھے، عزّت اور احترام کے ساتھ تذکرہ کر رہے ہیں اور انہیں اپنے لئے اصلاح اور تزکیہ کے باب میں اسوۂ حسنہ قرار دے رہے ہیں، یہ مرتبہ اپنے آپ کو مٹانے سے حاصل ہوتا ہے۔

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گُل و گلزار ہوتا ہے

---

[۱] ملفوظاتِ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص: ۳۳

[۲] ذکرِ مجذوب، ص: ۴۷

’تو‘ کو اتنا مٹا کہ ’تو‘ نہ رہے
تیری ہستی کا رنگ و بو نہ رہے
’ہو‘ میں اتنا کمال پیدا کر
کہ ’ہو‘ تو رہے ’تو‘ نہ رہے

میرے محبوب حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ملفوظ

یہ ہے دوامِ ذکر کہ ’ہو‘ میں اتنا کمال پیدا کر کہ ’ہو‘ تو رہے ’تو‘ نہ رہے، نہ تیری ہستی رہے نہ تیری ہستی کا رنگ و بو، میرے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ بیٹا! اپنے آپ کو اتنا مٹاؤ، اتنا مٹاؤ کہ تمہیں مٹانے کا احساس بھی نہ رہے۔ دوستو! وہ مٹانا ہی کیا ہوا جس میں اپنے آپ کو مٹانے کا احساس باقی رہے؟ اگر یہ خیال رہے کہ میں کچھ ہوں اور میں نے اپنے آپ کو مٹایا ہے، یہ مٹانا ہی کیا ہوا؟ اور حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میرے حضرت مسیح الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ پوچھتے تھے کہ مٹانا کیا ہے؟ پھر فرماتے تھے کہ پانا ہے۔ مٹانے سے آدمی بہت کچھ پاتا ہے، مٹانا کیا ہے؟ پانا ہے۔ اور پھر پوچھتے تھے کہ پانا کیا ہے؟ پھر جواب میں فرماتے تھے کہ مٹانا ہے۔ انسان خود کو مٹانے سے بہت کچھ پاتا ہے۔

عمل کی نیت سے مواعظ سنو

تو بُری صحبت سے بچنا ہے اور اچھی صحبت کا اہتمام کرنا ہے، بالخصوص ان حضرات کی جو اربابِ معرفت ہوں، اور ان میں بھی اپنے شیخ کی صحبت کا بہت اہتمام کرنا چاہئے، اپنے شیخ کی خانقاہ میں ہفتے میں ایک مرتبہ یا مہینے میں ایک مرتبہ آگئے، یہ کافی نہیں ہے، اس کے ساتھ مواعظ سے بھی استفادہ کرو، حضرت کے مواعظ میں نے پڑھے بھی ہیں اور سنے بھی ہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے جس کی ایک سالک کو ضرورت پڑتی ہو اور حضرت اس کی طرف متوجہ

نہ کرتے ہوں، احادیث کے اسباق پڑھیں اور بار بار پڑھیں، حضرت کے مواعظ سنیں اور بار بار سنیں، مگر عمل کرنے کی نیت سے، آج کل ہم بیانات کو تفریحِ طبع کے لئے سنتے ہیں، لطف اندوز ہونے کے لئے سنتے ہیں، بہت اچھا بیان تھا، بہت مزہ آیا، اس میں بھی شاپنگ کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ YouTube کی بُرائیوں سے بچائیں، اللہ تعالیٰ موبائل کے نقصانات سے بچائیں، موبائل میں وہ سادہ موبائل تو ٹھیک ہے، لیکن یہ جو اسمارٹ فون (smartphone) ہے اس کی تو ضرورت ہی نہیں، میں نے کسی سے پوچھا کہ یہاں اسمارٹ فون کو کیا کہتے ہیں؟ کہنے لگے کہ سادے فون کو چھوٹا کہتے ہیں اور اسمارٹ فون کو بڑا کہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ کام بھی تو بڑے کرواتا ہے!

خوب محنت کرو

تو دو کام کرنے کے ہیں: ذکر کا اہتمام اور صحبتِ شیخ کا اہتمام، معمولات کی خوب پابندی کرو، اللہ مجھے بھی توفیق دیں، تلاوت کی پابندی کرو، اذکار کی پابندی کرو، حضرت کا مزاج مجھے معلوم ہے کہ محنت کراتے ہیں، رسمی خانقاہ کا مزاج نہیں ہے، حضرت خود بھی محنتی ہیں اور محنت کراتے بھی ہیں، میں جانتا ہوں اس لئے کہ انگلینڈ (England) جب تشریف لاتے ہیں تو میں قاری عبدالحنّان صاحب سے پوچھتا ہوں، دوسرے رفقاءِ سفر سے پوچھتا ہوں کہ آج کیا پروگرام رہا؟ تو نظام اور مشغولی کا سن کر حضرت پر ترس آتا ہے، لیکن ایسی مشغولی میں بھی معمولات کبھی نہیں چھوٹتے، حضرت خود بھی عمل کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دوسرے بھی عمل کریں، تو معمولات: تلاوت، اذکار، تسبیحات وغیرہ کی خوب پابندی ہو، اور معمولات کے ساتھ بُری صحبت سے بچ کر اچھی صحبت کا بھی اہتمام ہو، بالخصوص اپنے شیخ کی صحبت کا، ہم ہر ہفتے کی مجلس میں آئیں، ہر مہینے کی مجلس میں آئیں، یہ بہت مبارک سلسلہ

ہے، ہمارے لئے کتنا آسان ہے، حضرت کا ہم پر کتنا بڑا احسان ہے کہ ہماری مشغولی کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے حضرت ہمارے لئے خود پابند ہو جاتے ہیں، پتا نہیں اِس وقت کس شہر میں ہوتے، کس ملک میں ہوتے، اور وہاں اس مجمع سے کئی گُنا زیادہ لوگ ہوتے، لیکن نہیں، اپنے آپ کو یہاں پابند کر کے ہمیں موقع دیتے ہیں۔

خانقاہ میں آنے کے آداب

اس لئے میرے بھائیو، آؤ اور ادب کے ساتھ آؤ، عظمت کے ساتھ آؤ، محبت کے ساتھ آؤ، عقیدت کے ساتھ آؤ، طلب لے کر آؤ اور محتاج بن کر آؤ، اگر باہر ابھی اعلان ہو جائے کہ ایک ایک ہزار روپیوں کے نوٹ (note) تقسیم ہو رہے ہیں تو سب دوڑیں گے، مالدار بھی دوڑے گا، ایک ہزار کا نوٹ مفت میں مل رہا ہے تو کیا حرج ہے، لیکن وہ محتاج بن کر نہیں جائے گا، وہ طالب ہوگا مگر محتاج نہیں، اور ایک فقیر مسکین جس کے گھر میں فاقہ ہے، وہ طالب بھی ہوگا اور محتاج بھی، ظاہر ہے کہ دونوں کی طلب میں اور کوشش میں بڑا فرق ہوگا، مالدار شخص کی کیفیت یہ ہوگی کہ مل گیا تو بھی ٹھیک اور نہیں ملا تو بھی ٹھیک، اور فقیر کی کیفیت یہ ہوگی کہ کسی بھی صورت میں حاصل کرنا ضروری ہے اس لئے کہ اگر یہ ایک ہزار کا نوٹ نہ ملا تو پتا نہیں کیا ہوگا، اس لئے مجلس میں طالب اور محتاج بن کر آؤ، خانقاہ کے جو تقاضے ہیں ان تمام تقاضوں کو پورا کرو، آنے والا ہر شخص خانقاہ کے اصول جانتا ہے، شیخ کی منشا جانتا ہے، اپنے آپ کو اس طرح شیخ کے حوالے کر دو جیسے لکڑی بڑھئی کے حوالے ہو جاتی ہے، لکڑی یہ نہیں کہتی کہ مجھے کرسی بنا دو، مجھے منبر بنا دو، ٹھیک اسی طرح ہم بھی اپنے آپ کو شیخ کے حوالے کر دیں، ہم نے اپنے شیخ پر اعتماد کیا ہے تب ہی تو ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے، اور چونکہ

تسلسل کے ساتھ آرہے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی تک وہ اعتماد باقی ہے، اگر اعتماد ختم ہو چکا ہوتا تو یہاں آنا بند کر دیتے، تو جب اعتماد ہے تو اپنے آپ کو شیخ کے حوالے کر دو۔

مرید میں شانِ صدّیقی ہو

ہمارے حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر شیخ میں شانِ محمّدی ہو اور مرید میں شانِ صدّیقی تو سمجھو کہ کام بنا بنایا ہوا ہے۔[1] تو ہمارے شیخ میں شانِ محمّدی ہے، علم بھی ہے اور علم کے مطابق الحمدللہ عمل بھی ہے، تو شیخ میں شانِ محمّدی ہے، اب ہمیں اپنے اندر شانِ صدّیقی پیدا کرنے کی ضرورت ہے، شانِ صدّیقی خدمت، صحبت اور اطاعت ہے، صدّیق کی زندگی کو دیکھو تو صحبت، خدمت اور اطاعت کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا، تو یہ دو کام کرنے کے ہیں؛ معمولات کی پابندی کے ساتھ کثرتِ ذکر اور صحبتِ اہل اللہ، بالخصوص اپنے شیخ کی صحبت۔

بچنے کے دو کام: گناہ اور لایعنی

کرنے کے ان دو کاموں کے ساتھ بچنے کے دو کام ہیں: ایک ہے گناہ اور دوسرا ہے لایعنی، بھائیو! گناہوں سے بچنے کا مجاہدہ کرو، ہمارا یہ جذبہ ہو کہ جان چلی جائے لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کریں گے، ایک مؤمن گناہ کا پروگرام نہیں بناتا کہ اتوار کو عشاء کی نماز کے بعد فِلم (film) دیکھیں گے، میں آئندہ کل یہ گناہ کروں گا، نہیں، ہرگز نہیں، بس، شیطان، نفس، ماحول اور صحبت کے اثر سے مغلوب ہو کر گناہ کر بیٹھتا ہے، اور جیسے ہی اس کو اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا ہے وہ فوراً توبہ اور استغفار کرتا ہے۔

---

[1] اصلاحی کی سو باتیں، ص: ۲

مؤمن گناہ کی آلودگیوں سے دور رہتا ہے

اس کو ایک آسان مثال سے سمجھئے، عید کے دن یا جمعہ کے دن جب ہم کپڑے پہنتے ہیں تو اس عزم کے ساتھ پہنتے ہیں کہ کپڑوں کو گندا نہیں ہونے دیں گے، پتا ہے کہ گندے ہو جائیں گے، پسینے کی وجہ سے گندے ہو جائیں گے، شاید کھانے پینے کے کچھ دھبّے لگ جائیں، لیکن عزم یہی ہوتا ہے کہ کپڑوں کی حفاظت کرنی ہے، جان بوجھ کر خود تو گندا کرتے ہی نہیں، لیکن اگر گندے ہو جاتے ہیں تو یہ خیال نہیں آتا کہ اب گندے ہو گئے ہیں تو مزید گندے ہونے دیں، نہیں، بلکہ انہیں مزید گندا ہونے سے بچانے کی پوری کوشش کرتے ہیں، بلکہ اوّل وہلے میں صابن سے دھو کر انہیں صاف کر لیتے ہیں، مؤمن بندے کو بھی اپنے دل کو گناہ کی آلودگیوں سے بچانے کا یہی جذبہ رکھنا چاہئے کہ یہ دل ہرگز گندا نہیں ہوگا، یہ دل نہ گناہِ صغیرہ کی آلودگی سے گندا ہوگا نہ گناہِ کبیرہ کی آلودگی سے، لیکن اس عزم کے باوجود اگر حالات کے غلبے سے گندا ہو جائے تو پھر توبہ اور استغفار کا صابن استعمال کر کے اسے فوراً صاف کر لے۔

توبہ کا عجیب اثر

توبہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایک اثر رکھا ہے، جو شخص اہتمام سے توبہ کرتا ہے، اس میں گناہوں سے بچنے کی طاقت پیدا ہوتی ہے اور پھر وہ ترقّی کرتی ہے، ایک شخص بدنظری میں مبتلا ہے، ہر دس منٹ کے بعد اِدھر اُدھر جھانکتا ہے، بچنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن چونکہ دل بیمار ہے اس لئے کوشش کے باوجود بدنظری ہو جاتی ہے، اسے چاہئے کہ ہر مرتبہ فوراً توبہ کر لیا کرے، بار بار توبہ کرنے سے فائدہ یہ ہوگا کہ وہ بہت جلد محسوس کرے گا کہ پہلے ہر دس منٹ کے بعد بدنظری ہو رہی تھی، اب توبہ کے اہتمام کی برکت سے گناہ سے بچنے کی قوّت بڑھی

اور اب ہر گھنٹے کے بعد بدنظری ہورہی ہے، پھر محسوس کرے گا کہ اب ایک دن کے بعد ہورہی ہے، پھر محسوس کرے گا کہ ایک مہینے کے بعد، پھر محسوس کرے گا کہ اب چھ مہینے کے بعد، اور اگر توبہ کا یہ سلسلہ چلتا رہا تو ایک وقت آئے گا کہ توبہ کی برکت سے اس کے اور معصیت کے درمیان حفاظت کی ایک دیوار کھڑی ہوجائے گی اور گناہ سے نفرت ہوجائے گی، حضرت ڈاکٹر عبدالحئ عارفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ارے توبہ واستغفار میں بڑی قوّت ہے، اس کی عادت ڈال کرتو دیکھو، گناہوں سے خود بہ خود نفرت ہوجائے گی۔[1] اس لئے میرے بھائیو، معصیت سے خوب بچواور اس کے لئے جو کچھ کرنا پڑے کرو، اور اگر ہوجائے توفوراً توبہ کرلو۔

لایعنی سے بچنا بھی بہت ضروری ہے

دوسری چیز جس سے بچنے کی ضرورت ہے وہ لایعنی ہے، یہ بھی بہت اہم ہے، معصیت سے تو بچنا ہے ہی، لیکن لایعنی سے بھی بچنا بہت ضروری ہے، ہم لایعنی کو علمی زاویے سے دیکھتے ہیں کہ لایعنی وہ ہے جس کا نہ آخرت میں فائدہ ہے نہ دنیا میں، لیکن گناہ نہیں ہے، اب جب گناہ نہیں ہے تو کرنے میں کیا حرج ہے؟ میرے بھائیو! لایعنی معصیت تک پہنچاتی ہے، حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لایعنی کی سرحد معصیت سے ملی ہوتی ہے، ابتداء میں وہ مباح ہوتا ہے، مگر انتہاء میں معصیت۔[2] دوسری بات یہ ہے کہ وقت جو کہ زندگی کا بڑا قیمتی سرمایا ہے، اسے ہم ایسے کام میں کیوں صرف کریں جس کا نہ دنیا میں نفع ہے نہ آخرت میں؟

---

[1] افاداتِ عارفی، ص: ۸۳

[2] دوائے دل، ص: ۵۰

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خضر علیہ السلام کا عجیب واقعہ

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بیان کیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام ان سے ملنے آئے، حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ ملاقات کر کے پھر ذکر میں مشغول ہو گئے، حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں خضر ہوں۔ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھی بات ہے، ہوں گے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے تعجب سے فرمایا کہ پوری دنیا مجھ سے ملنے کی تمنّا میں رہتی ہے اور میں خود آپ کو ملنے کے لئے آیا اور آپ التفات بھی نہیں کرتے؟ ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ شخص آپ سے ملنے کی تمنّا کرے جسے اللہ تعالیٰ سے ملنے سے فرصت ہو۔

لایعنی بھی حجاب ہے

میرے بھائیو! ایک ایک لمحے کی خوب قدر کرو اور لایعنی سے اپنے آپ کو ہر حال میں بچاؤ، دیکھو! کپڑے پر اگر پیشاب لگ جائے، خون لگ جائے تو ناپاک ہو جاتا ہے، اور اگر چائے کا دھبّا لگ جائے تو ناپاک تو نہیں ہوگا، لیکن گندا ضرور ہوگا، ٹھیک اسی طرح معصیت کی وجہ سے دل ناپاک ہو جاتا ہے، اور لایعنی کی وجہ سے دل ناپاک تو نہیں ہوتا، لیکن گندا ضرور ہوتا ہے، ایک حجاب آجاتا ہے، اور جب حجاب آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی معرفت کامل طور پر نصیب نہیں ہوتی، آئینے کے اوپر آپ paint (رنگ) لگا دو تو عکس نظر نہیں آئے گا، یہ تو ہے معصیت کا نتیجہ کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کو بالکل روک دیتی ہے، اور آئینے کے اوپر غبار آجائے تو غبار کے آنے کی وجہ سے بھی آئینے کا وہ فائدہ نہیں رہے گا جو ہونا چاہئے، اسی طرح لایعنی بھی اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے میں مخل بنتی ہے، اور ہمارے زمانے میں لایعنی کا

سب سے بڑا آلہ یہ موبائل ہے، اور فراخ دلی سے کام لے کر لایعنی کا آلہ کہہ رہا ہوں، ورنہ موبائل کی وجہ سے لوگ بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا ہو رہے ہیں، عوام بھی اور اہلِ علم بھی۔

خلوت کے باوجود جلوت

اللہ کے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے جب پوچھا گیا:

مَا النَّجَاةُ؟

نجات کا راستہ کیا ہے؟

تو نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ، وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ[1]

تم اپنی زبان پر قابو رکھو، اور تمہارا گھر تمہیں سموئے رکھے اور تمہارے لئے کافی ہو جائے، اور اپنی خطا پر رویا کرو۔

بہت سے لوگ سلوک کی برکت سے زبان پر کنٹرول رکھتے ہیں اور گھر سے بغیر ضرورت کے نہیں نکلتے اس لئے سمجھتے ہیں کہ اس حدیث پر ہمارا عمل ہے، بھائی! یہ جو موبائل پر ہر وقت گفتگو چلتی رہتی ہے، یہ بھی تو زبان ہی کا عمل ہے، بات ہی تو ہو رہی ہے، تو کہاں ہے زبان پر کنٹرول اور کہاں ہے خلوت؟ اور یہ واٹس ایپ (WhatsApp) کے اوپر پتا نہیں کیا کیا چیزیں آتی رہتی ہیں، کیا ان سب کے باوجود زبان پر کنٹرول اور خلوت کا دعویٰ صحیح ہوگا؟ موبائل، انٹرنیٹ اور واٹس ایپ کی وجہ سے لایعنی اور دنیا بھر کے جھمیلوں میں ہم اتنے مشغول رہتے ہیں کہ دل دماغ کو یکسوئی نصیب نہیں ہوتی، پھر روحانی ترقّی کیسے ہوگی؟

[1] سنن الترمذي، باب ما جاء في حفظ اللسان، ح(۲۴۰۶)

یکسوئی کی اہمیت اور مولانا صادق الیقین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی نوّر اللہ مرقدہ نے حضرت مولانا صادق الیقین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ مولانا صادق الیقین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ سال مکّہ مکرّمہ میں قیام فرمایا اور حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اُٹھاتے رہے، حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے، محدّث بھی تھے اور حاذق طبیب بھی، سلوک طے کرنے کے لئے محنت میں کوئی کمی نہیں چھوڑی، اسی مقصد کے لئے وہاں گئے تھے، ایک دن حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ مولوی صادق الیقین! مکّہ جیسی بابرکت جگہ اور تم نے محنت بھی بہت کی اور جو کچھ ہوسکا میں نے بھی کیا، لیکن نفع نہیں ہوا اور قلب کی صفائی نہیں ہوئی، اس لئے میرا مشورہ ہے کہ تم گنگوہ چلے جاؤ۔ کہاں سے بھیجا جا رہا ہے؟ مکّہ مکرّمہ سے، حرمِ پاک سے، کہاں؟ گنگوہ، اور بھیج بھی رہا ہے شیخ، کس کے پاس؟ اپنے مرید کے پاس، یہ ہے مخلصین کی جماعت، شیخ بھیج رہا ہے اپنے مرید کے پاس، اور چونکہ مولانا کو اعتماد تھا اپنے شیخ پر اس لئے کوئی اشکال بھی نہیں ہوا، تیار ہو گئے اور گنگوہ چلے گئے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حالات دریافت کئے تو دو چیزیں سامنے آئیں، ایک یہ کہ ان کا حدیث کا مشغلہ ہے اور دوسرا یہ کہ یہ مریضوں کے لئے نسخہ (prescription) لکھتے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ دونوں چیزیں ترک کر دو۔ دیکھو! جب شیخ سے کامل عقیدت ہوگی تب ہی حدیث کا شغل چھوڑ سکے گا، ورنہ کہے گا کہ یہ کوئی بات ہوئی کہ مجھے حدیث سے روک رہے ہیں۔ لیکن مولانا صادق الیقین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پوری عقیدت تھی اس لئے دونوں کام چھوڑ دئے، اور تیس دن میں سلوک طے ہو گیا، تیس دن میں اللہ جلّ جلالہ وعمّ نوالہ کی معرفت و نسبت حاصل ہو گئی اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے واپس مکّہ مکرّمہ بھیج دیا۔

اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث پڑھانے سے کیوں روکا؟ مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ تصوّف کے امام تھے، آپ فرماتے ہیں کہ حدیث اور طب ایسے مشاغل ہیں کہ دھیان ہر وقت ان میں رہتا ہے، حدیث پر کوئی اشکال پیدا ہو گیا تو اب وہ ذہن میں گردش کرتا رہے گا، اور طب میں بھی یہی ہوتا ہے کہ مریضوں کو دیکھنا ہے، دوا تیار کرنی ہے وغیرہ، تو اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا ہونے کے لئے جو یکسوئی چاہئے وہ نصیب نہیں ہو رہی تھی، اس لئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کاموں کو بند کرا دیا جس کے نتیجے میں ذہنی یکسوئی حاصل ہو گئی اور ترقّی ہوئی۔

اب سوال یہ پیدا ہوگا کہ کیا یہ بات حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم نہیں تھی؟ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس مرض کی تشخیص کر لی تھی اس لئے کہ آپ ماہر شیخ تھے، لیکن چونکہ آپ نہ طبیب تھے نہ محدّث اس لئے آپ کو یہ خیال آیا ہوگا کہ شاید میری بات پر ان کو کامل انشراح نہ ہو اور علاج میں کماحقّہٗ کامیابی نہ ہو، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ طبیب بھی تھے اور محدّث بھی اس لئے ان کی بات پر پورا انشراح ہوگا۔[۱]

روحانی ترقّی کے لئے ذہنی یکسوئی ضروری ہے

ہمارا حال یہ ہے کہ ہمیں ذہنی یکسوئی حاصل ہی نہیں ہو پاتی اس لئے کہ ہم اپنے ذہنوں کو خود الجھنوں میں ڈالے رہتے ہیں، ہمارے یہاں اسلامک دعوہ اکیڈمی میں رمضان المبارک میں ایک مدرسے کا طالبِ علم مجھے ملنے آیا، اس نے کہا کہ افطاری بھی یہیں

---

[۱] مواعظِ فقیہ الاُمّت، ص:٦٦

کروں گا، تراویح بھی یہیں پڑھوں گا اور سحری کر کے جاؤں گا۔ میں نے کہا کہ بہت اچھا۔ اتفاق سے تراویح میں ہم دونوں پہلی صف میں ایک ساتھ ہو گئے، وہ طالبِ علم ہر چار رکعات کے بعد موبائل نکال کر میسج (message) دیکھتا رہا، اب یکسوئی کہاں ہوگی؟ ایسی نماز میں کیا جان ہوگی؟ میرے بھائیو! ترقّی کے لئے ذہنی یکسوئی بہت ضروری ہے، اور اس کے لئے ہمیں لایعنی سے بچنا پڑے گا، میں تو کہتا ہوں کہ جس کو اسمارٹ فون کی ضرورت نہ ہو وہ بالکل نہ رکھے۔

خلاصہ

تو دو کاموں کو کرنا ہے اور دو کاموں سے بچنا ہے، ان کے علاوہ ایک اور کام ہے، حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کامیابی کے لئے ایک چیز شرط کے درجے میں ہے، اور وہ ہے اطّلاع اور اتّباع۔[1] اپنے شیخ کے سامنے اپنے احوال کو پیش کرنا اور شیخ کی رہنمائی پر اعتماد اور انقیاد کے ساتھ عمل کرنا، میرے بھائیو! اگر ہم نے شیخ کے ساتھ اطّلاع اور اتّباع کا تعلق رکھا اور ساتھ ساتھ کثرتِ ذکر اور صحبتِ صالح کا اہتمام کیا اور معصیت اور لایعنی سے اجتناب کیا، تو ان شاء اللہ دوامِ طاعت نصیب ہوگی، اور دوامِ طاعت نصیب ہوگی تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی، اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی تو ہمیں اللہ مل جائے گا، پھر پوری دنیا ہمارے قدموں میں ہوگی۔

میرا کمالِ عشق، بس اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پہ چھا گئے، میں زمانے پہ چھا گیا

---

[1] اشرفی بکھرے موتی، ص: ۱۵

میرے بھائیو! میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر عمل کرنے کا ارادہ کمزور ہو تب بھی شیخ کے سامنے اپنے احوال بیان کرو، ہوسکتا ہے کہ ان کی دعا، فکر اور توجہ کی برکت سے عمل کا داعیہ پیدا ہو جائے۔

آخری درخواست

طبیعت پر بہت بوجھ تھا، حضرت کا فیضان ہوا، حضرت کی توجہات کی برکت سے میں نے کچھ باتیں عرض کر دیں، اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دیں، میں آپ حضرات کی خدمت میں مکرّر عرض کرتا ہوں کہ اس در کو کبھی نہ چھوڑیں، اہتمام سے بار بار آئیں اور حضرت سے استفادہ کریں، اللہ تعالیٰ حضرت کی عمر میں برکت دیں، دنیا میں کوئی ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں آتا، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہم حضرت سے پہلے چلے جائیں، ایسا ہوا تو بہت اچھا ہے، حضرت ہمارے لئے دعا کریں گے، لیکن ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت ہم سے پہلے چلے جائیں، اور میں کہا کرتا ہوں کہ جن لوگوں سے ہمیں بہت محبت ہوتی ہے؛ ماں باپ ہیں، اساتذہ ہیں، شیخ ہیں، ان کے بارے میں ہم ناگواری کی چیزیں سوچنے کے لئے تیار نہیں ہوتے، شیخ کے بارے میں ہم موت کا خیال لانے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتے، اور اچانک جب انتقال کی خبر آجاتی ہے تب احساس ہوتا ہے کہ سب کچھ ختم ہو گیا، کبھی کبھی اس طرح سوچنا چاہئے کہ اس وقت میرے حضرت موجود ہیں، میری اصلاح ابھی باقی ہے، اگر حضرت چلے گئے تو میرا کیا ہوگا؟ میرے حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور میرے حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، دونوں کی میرے اوپر بہت شفقتیں رہیں، اور بھی بہت سارے مشائخ کی شفقتیں نصیب ہوئیں، حضرت بھی بہت محبّت فرماتے ہیں، لیکن شیخ کے چلے جانے کے بعد ایک حسرت رہ جاتی ہے، بہت افسوس ہوتا ہے، دل میں ایک زخم رہ جاتا ہے جو مندمل نہیں ہو پاتا، اس لئے حضرت کی قدر کر لیجئے،

حضرت کی رہنمائی میں ذکر میں ترقی کیجئے، آپ کی صحبت سے فائدہ اُٹھائیں اور اطّلاع و اتّباع کا بھی اہتمام کیجئے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰہُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ أَجْمَعِيْنَ

چار شرطیں لازمی ہیں استفاضہ کے لئے
اطلاع و اتباع و اعتقاد و انقیاد
یہ مقفیٰ قول ہے رنگین بھی سنگین بھی
حضرتِ مرشد کا یہ ارشاد رکھ تا عمر یاد

حضرت خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

ماٰخذ ومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مرتّب	ناشر
۱	سنن الترمذي	الإمام أبو عيسٰى الترمذي	دار التأصيل، مصر
۲	التفسير المظهري	القاضي محمد ثناء الله المظهري	دار الكتب العلمية، بيروت
۳	شرح عين العلم وزين الحلم	ملّا علي القاري	مكتبة الثقافة الدينية، القاهرة
۴	تهذيب التهذيب	العلّامة ابن حجر العسقلاني	مؤسسة الرسالة، بيروت
۵	اشرف السوانح	حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب	ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان
۶	ذکرِ مجذوب	پروفیسر احمد سعید	فرید بک ڈپو، دہلی
۷	حضرت شیخ کے حیرت انگیز واقعات	حضرت مولانا سیّد محمد شاہد سہارنپوری	ادارہ معارفِ شیخ، سہارنپور
۸	ملفوظاتِ حکیم الاُمّت	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان
۹	ملفوظاتِ مسیح الاُمّت	حضرت مولانا عقیل الرحمٰن صاحب	شعبۂ نسرو اشاعت، جلال آباد
۱۰	ملفوظاتِ حضرت شاہ عبد القادر رائے پوری	مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی	ادارۃ المعارف، کراچی
۱۱	اشرفی بکھرے موتی	حافظ محمد اسحٰق ملتانی	ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان
۱۲	افاداتِ عارفی	حضرت ڈاکٹر عبد الحیٔ عارفی	ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان
۱۳	دوائے دل	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان
۱۴	اصلاح کی سو باتیں	حضرت ڈاکٹر محمد صابر صاحب	مکتبہ جامعۃ الابرار، کراچی
۱۵	مواعظِ فقیہ الاُمّت	حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب	